

غیبت

<"xml encoding="UTF-8?>

گناہوں سے آلودہ معاشرہ

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ ہمارا آج کا معاشرہ مختلف قسم کی روحانی بیماریوں میں مبتلاء ہو کر مفاسد کے بے پایاں سمندرمیں غوطہ زن ہے۔ مادی زندگی کے اسباب و وسائل میں جتنی ترقی ہے، اسی اعتبار سے معاشرہ اخلاقی فضائل میں پیچھے ہٹ چکا ہے بلکہ امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ زندگی مزید مسموم اور درد ناک ہوتی جا رہی ہے۔ جن لوگوں نے تکالیف سے بچنے کے لئے مسلسل کو ششیں کی ہیں وہ کثافت و پلیدگی کی آگوش میں جا پڑے۔ اور اندرونی اضطرابات و باطنی رنج و غم کو بہلانے کے لئے برائیوں کے دلدل میں جا گرتے۔ اس قسم کے معاشرہ کی زندگی میں آفتاب سعادت کی ضو فشانی محال ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ جیسے معاشرے کے افراد نے اپنے کو ہر قید و بند اور ہر شرط سے آزاد کر کے انحطاط کے میدان میں آگے بڑھنے کی بازی لگا رکھی ہو۔ اگر آپ غور سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ترقی کے روز افزون وسائل سے بر عکس استفادہ کیا جا رہا ہے۔ مختصر یہ کہ مادی لیہانے والی چیزیں امید و آرزو کا محور بن گئی ہیں۔ پلیدی و ناپاکی کا اہرمن معاشرہ کے اوپر اپنا منحوس سایہ ڈال کر وحشتناک طریقہ سے نمایاں ہو گیا ہے۔ کاش یہ بے پناہ دولت و سر سام آورثروت گمراہی و تباہی میں صرف ہونے کے بجائے اس کا ایک ہی حصہ مکارم اخلاق کی توسعی و بلندی میں خرج ہوتا۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ اخلاقی قوانین ہمیشہ سے ثابت اور ناقابل تغیر رہے ہیں لیکن نہ جانے کیوں ہمارے معاشرہ میں ہمیشہ تغیر و تحول پذیر رہے ہیں، اور مختلف صورتوں اور گونا گوں رنگوں میں نمایاں ہوتے رہتے ہیں۔ یہ بات محتاج دلیل نہیں ہے کہ جن لوگوں کی نظروں میں فضیلت اور افراد کی شخصیت کا معیار نہیں ہے وہ لوگ قہری طور سے اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے اور وہ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر جو بھی صورت زندگی میں در پیش ہو اسی پر راضی برضاء رہتے ہیں۔ ان کو اس کی کبھی فکر نہیں ہوتی کہ اس کا انجام کتنا وحشتناک ہے؟ یہیں سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ تمدن نہ کبھی اچھے اخلاق کا موجود ہوا ہے اور نہ ہی کبھی معاشرے کی سعادت و اصلاح کی ضمانت لے سکتا ہے۔

مشہور فرانسیسی ڈاکٹر کارل کہتا ہے: ہم کو ایک ایسی دنیا کی شدید ضرورت ہے جس میں ہر شخص اپنے لئے اپنی زندگی میں ایک مناسب مکان تلاش کر سکے جس میں مادیت و معنویت کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا کہ ہم یہ معلوم کر سکیں کہ زندگی کس طرح بسر کریں۔ کیونکہ یہ بات تو ہم سب ہی جان چکے ہیں کہ زندگی کی گلیوں میں قطب نما اور راہبر کے بغیر چلنا بہت ہی خطرناک ہے اور اسی بات پر سب سے زیادہ تعجب ہے کہ اس کے باوجود یہ خطرات ہم کو معقول زندگی کے وسائل و اسباب تلاش کرنے پر کیوں نہیں آمادہ کرتے؟ اور صحیح بات تو یہی ہے کہ جو لوگ اس حقیقت کی طرف متوجہ ہیں ان کی تعداد اُڑی میں نمک کے برابر ہے۔ زیادہ تر لوگ اپنی من مانی زندگی بسر کرتے ہیں اور یہ لوگ آج کی مادی ٹیکنالوجی سے حاصل شدہ سہولتوں کے سمندر میں غرق رہتے ہیں اور وہ کسی بھی قیمت پر تمدن جدید سے ترک استفادہ پر تیار نہیں ہیں اور نہ اس کی طرف سے چشم پوشی کے لئے آمادہ ہیں۔ آج کی زندگی اس بڑی نہر کی طرح ہو گئی ہے

جس کا پانی زمین کے نشیبی علاقہ کی طرف روان دواں ہو۔ اسی طرح ہماری زندگی بھی تمناؤں کے دلفریب نشیب کی طرف تیزی سے بھاگ رہی ہے اور ہر قسم کی پستی و فساد میں الجھتی جا رہی ہے اور یہ صرف اس لئے کہ تمناؤں کو حاصل کر سکے اور اپنی شخصی نفع اندوڑی کر سکے لوگوں نے اپنے نفوس کے لئے نئی ضرورتوں کا میدان تلاش کر لیا ہے اور بڑی شدت کے ساتھ اس میدان میں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے دوڑ لگا رہے ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ کچھ ایسی بھی خواہشات ہیں جن کی تکمیل بہت آسان ہے، جیسے غیبت، بکواس، سفسطہ وغیرہ حالانکہ یہ چیزیں شراب سے زیادہ نقصان دہ ہیں! معاشرہ کی سب سے بڑی برائی جس کے بارے میں ہم بحث کرنا چاہتے ہیں ”عیب جوئی و غیبت ہے جس کے معنی کی وضاحت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر عام و خاص اس کے مفہوم کو سمجھتا ہے۔

غیبت کے نقصانات

غیبت کا سب سے بڑا نقصان تو یہی ہے کہ غیبت کرنے والے کی معنوی وجودی شخصیت ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ جو لوگ غیبت کے عادی ہو گئے ہیں انہوں نے اپنی فکری موز و نیت و نظم اخلاقی کو کھو دیا ہے، یہ لوگ عیوب کو اور رازوں کو ظاہر کر کے لوگوں کے دلوں کو زخمی کرتے ہیں۔

غیبت بزرگترین محل فضیلت کو ویران کر دیتی ہے اور انسان کے پاک و صاف خصائیں و ملکات کو بہت جلد کمزور کر دیتی ہے بلکہ یہ غیبت خود غیبت کرنے والے کے دل میں فضیلتوں کی رگوں کو جلا دیتی ہے اور ناپید کر دیتی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ بڑی عادت روشن افکار کو بدل کر اس کے ذہن کے سامنے فہم و تعلق کے دریچوں کو بند کر دیتی ہے۔

اگر آپ معاشرے کو گھری نظر سے دیکھیں تو اس غیبت نے پیکر اجتماع پر ضرب کاری لگا کر اس کو مجروم کر دیا ہے اور معاشرے کے اندر کینہ و دشمنی کو بڑھا دیا ہے۔ جس قوم کے اندر یہ صفت راسخ ہو گئی ہے اس نے قوم کی عظمت کو خاک میں ملا دیا ہے اس کی شہرت کو داغدار بنا دیا ہے۔ اور اس ملت کے اندر ایسا شگاف ڈال دیا ہے جو بہرنے والا نہیں ہے۔

بڑھ افسوس کے ساتھ ہم کو اس تلخ حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہئے کہ آج غیبت کا بازار ہر جگہ گرم ہے۔ اور اس نے ہر طبقہ کے اندر رخنہ پیدا کر دیا ہے جس طرح گیتی کے حادثات باہم مرتبط ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر لوگوں میں روحانی انحراف پیدا ہو جائے تو وہ ہر طبقہ میں سرایت کر جاتا ہے۔ غیبت کی وسعت دامانی کی وجہ سے لوگوں کے افق افکار پر مایوسی و بد بینی کی روح سایہ فگن ہو چکی ہے۔ آپسی اعتماد ختم ہو گیا ہے اس لئے جب تک اچھے صفات و روح یگانگت کا سایہ معاشرے پر نہ بڑھ خلوص کا تحقق نا ممکن ہے۔ جس معاشرے میں اخلاق پسندیدہ کا وجود نہ ہو وہ حیات کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔

اس روحانی بیماری کے اسباب اور اس کا علاج

ویسے تو غیبت ایک عملی بیماری ہے مگر اس کا ڈائیریکٹ تعلق انسان کی روح سے ہے اور یہ ایک خطرناک

روحانی بحران کی علامت و نشانی ہے جس کے سوتون کو دل و جان کے گوشوں میں تلاش کرنا چاہئے۔ علمائے اخلاق نے اس کی پیدائش کے متعدد اسباب ذکر فرمائے ہیں جن میں اہم ترین اسباب حسد، غصہ، خود خواہی، بد گمانی ہیں۔ انسان سے جتنے بھی کام سر زد ہوتے ہیں وہ ان مختلف حالات کی پیداوار ہوتے ہیں جن کا وجود انسان کے باطن میں ہوتا ہے اور انھیں اوصاف مذکورہ کے کسی ایک صفت کے نفس انسانی میں جڑ پکڑ لینے کی وجہ سے۔ نفس کے اندر یہ صفت اس طرح چھپی ہوتی ہے جیسے راکہ میں چنگاری۔ انسان کی زبان غیبت سے آشنا ہوتی ہے کیونکہ زبان ترجمان انسان ہے۔ اور جب کوئی صفت انسان کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے تو وہ انسان کی آنکھوں کو اندھی کر دیتی ہے اور اس کے افکار پر تسلط حاصل کر لیتی ہے۔ لوگوں میں شدت کے ساتھ غیبت کا رواج تکرار عمل اور اس کے عقوبات کی طرف سے غفلت کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ ہم نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ بہت سے گناہوں سے بچتے ہیں مگر غیبت جیسے عظیم گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کیونکہ اس کی عقوبات سے غافل ہوتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھئی کہ تکرار عمل اور ضعف تعلق کی وجہ سے انسان کا کام اس منزل تک پہونچ جاتا ہے کہ اس کے نقصانات کی طرف متوجہ ہو جانے کے بعد بھی اپنی نفسانی خواہش سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بشر اگر چہ ایک حد تک حقائق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی فطرت کے مطابق جو یائے کمال رہتا ہے لیکن عمل سے مسلسل گریز ان رہتا ہے اور حصول سعادت کے لئے معمولی سارنج و غم برداشت کرنے پر تیار نہیں ہوتا سی لئے اپنی پست فطرت کا محکوم ہوتا ہے۔

جو لوگ اپنی اور دوسروں کی شرافت کی حفاظت کے پابند نہیں ہوتے وہ کسی بھی اخلاقی آئین کے پابند بھی نہیں ہوتے بلکہ ان کا اخلاقی آئین کی پابندی قبول کر لینا امر محال ہے اور جن لوگوں نے حیات کو اپنی شہوتوں کا میدان قرار دے لیا ہے اور دوسروں کے حقوق کو پامال کرتے رہتے ہیں بد بختی و بد نصیبی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

ضعف اخلاق ضعف ایمان ہی سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ ضعف اخلاق مکمل طریقہ سے ضعف عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اگر انسان قوت ایمان نہ رکھتا ہو گا تو پھر کوئی بھی چیز نہ اس کو کسب فضیلت پر آمادہ کر سکتی ہے اور نہ وہ اخلاقی پابندیوں میں اپنے کو جکڑ سکتا ہے۔

لوگوں کو ضلالت و اخلاقی مفاسد سے نکالنے کے لئے اپنے سلیقہ و استعداد کے مطابق الگ الگ رائے ہوتی ہے لیکن (میری نظر میں) موثر ترین طریقہ یہ ہے کہ موجبات اصلاح خود لوگوں کے اندر پیدا ہو جائیں۔ اور اسکے لئے نیک جذبات کو بیدار کرنا، فطرت کی آواز پر لبیک کہنا اور فکری ذخیرہ وہ کو راہ حصول سعادت میں صرف کرنا ہے۔ اس لئے کہ صفات ذمیمہ کے برعے انجام کو سوچ کر اور ارادہ کو مضبوط بنا کر ہم اخلاقی رذائل پر کنٹرول حاصل کر سکتے ہیں اور اپنے نفسوں پر سے تاریکی کے پردوں کو ہٹا کر ان کی جگہ بلند صفات کو دے سکتے ہیں۔

ڈاکٹر ڈاگو اپنی کتاب ”قدرت و ارادہ“ میں کہتا ہے: ہم ناپسندیدہ صفات کے برعے انجام کو سوچ کر اور اس عادت کے ترک کرنے کے بعد جو مصالح و منافع ہم کو حاصل ہوں گے ان میں غور کرنے پر اور پھر زندگی کے ان مختلف موقع کو سامنے لا کر جن میں ہم اس عادت کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھ چکے ہیں برعے صفات کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور پھر جب چند بار اپنے اندر ان نتائج کا مشاہدہ کریں گے اور اس کے ترک کر دینے کی لذت کو محسوس کریں گے تو وسوٹے ہم سے دور ہو جائیں گے!!

چونکہ وجود بشر میں استعداد کمالات کی بذر افسانی کی جا چکی ہے اور مملکت جسم کو تمام دفاعی وسائل

سے مجهز کیا جا چکا ہے اس لئے پہلے اس گمراہی وضلال کے منشاء کو تلاش کیا جائے اس کے بعد ناقابل تزلزل ارادہ سے اس کو لوح دل سے محو و معدوم کر دیا جائے اور اپنی غیر متناہی خواہشات کے سامنے مضبوط باندہ بنادیا جائے ۔

چونکہ انسان کے اعمال اس کی واقعیت و شرف کے مظاہر ہوا کرتے ہیں ۔ اس لئے کہ انھیں افعال سے ہر انسان کی واقعی شخصیت ظاہر ہوتی ہے اس لئے اگر انسان حصول سعادت کرنا چاہتا ہے تو اس کا فریضہ ہے کہ اپنے اعمال کا تزکیہ کرے اور خدا کو اپنے اعمال کا نگران تسلیم کرے اور آخرت کے جزا سے خائف ہو، کتاب الہی پر عقیدہ رکھے کہ وہ ہر چھوٹے بڑے گناہ کا احصار کرنے والی ہے ۔

ایک فلسفی کہتا ہے: کائنات کو بے عقل، مردہ اور بے شعور نہ کہو کیونکہ ایسا کہنے پر بے عقلی کی نسبت تم نے خود اپنی طرف دی ہے ۔ کیونکہ تم بھی اسی کائنات سے ظاہر ہوئے ہو ۔ پس اگر کائنات میں عقل و حس نہیں ہے تو خود تمہارے اندر بھی نہیں ہو گی ۔

جس قدر معاشرہ بقائی حیات کے لئے زندگی کے لوازم اولیہ کا محتاج ہے اسی قدر معاشرہ روحانی روابط کے برقرارہنے کا محتاج ہے ۔ اگر لوگ اپنے سنگین اجتماعی وظیفہ پر عمل پیرا ہو جائیں تو اپنے تکامل کے لئے معنویات سے بہت بڑا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہمارا فریضہ ہے کہ نقصان دہ افکار کی جگہ اچھے افکار کو اپنے اندر تقویت بخشیں تاکہ ہماری روح تاریکیوں کی قید و بند سے آزاد ہو سکے اور ہم اپنی زبان کو غیبت سے محفوظ رکھ کر جاوداں مقصد سعادت کی طرف پہلا قدم اٹھا سکیں اسی طرح ہمارا فریضہ ہے کہ معاشرے میں بڑھتے ہوئے اخلاقی مفاسد کا مقابلہ کرنے کے لئے لوگوں میں ایک روحانی انقلاب پیدا کریں اور اپنے ہم نوع افراد کے حقوق کے احترام کی روح کو زندہ کر کے اصول انسانیت و معنوی بنیادوں کو استوار کریاوار حتی المقدور کو شش کریں کہ جن اخلاقی بنیادوں پر معاشرے کی بقاء موقوف ہوتی ہے ان کے استحکام کے لئے اساسی قدم اٹھائیں ۔ اگر لوگوں کے اندر ایک روحانی انقلاب پیدا ہو جائے تو یقینی طور سے حقائق کے قبول کرنے کی صلاحیت بھی لوگوں میں قوی ہو جائے گی اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اجتماعی و اخلاقی اصولوں کی مکمل طور سے رعایت ہو سکے گی ۔

دین کی فاسد اخلاق سے جنگ

قرآن مجید ایک مختصر اور رسا ترین جملہ میں بہت ہی دلچسپ انداز سے غیبت کی حقیقت کو بیان کرتا ہے ”ایحہ احکم ان یاکل لحم اخیہ میتا“ 1

”کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے“ مذہبی رہنماؤں نے جس طرح شرک و بیدینی کا مقابلہ کیا ہے اسی طرح اندرونی صفات کی اصلاح کی طرف بہت زیادہ توجہ دی ہے ۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اس لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ مکارم اخلاق کو منزل کمال تک پہونچا دوں، اسی لئے آپ نے بڑی متین منطق اور سعادت بخش پروگرام کے ذریعہ لوگوں کی رہبری فرمائی ہے اور حدود فضیلت سے باہر جانے کو جرم قرار دیا ہے اور بڑی سختی کے ساتھ اس سے روکا ہے ۔ نہ صرف غیبت کا سنتا اور غیبت کرنا گناہ ہے بلکہ شارع اسلام نے شخص غائب کی حیثیت کا دفاع کرنا بھی ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: اگر کسی مجمع میں کسی شخص کی غیبت کی جائے تو تمہارا فریضہ ہے کہ جس

کی غیبت کی جا رہی ہے اس کا دفاع کرو اور لوگوں کو اس کی غیبت سے روکو اور وہاں سے اٹھ کر چلے جا ۔

2

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص اپنے برادر مومن کی غیبت کا دفاع کرے اللہ پر اس کا حق ہے کہ اس کے جسم کو جہنم سے بچائے ۔

جو شخص بھی اپنے برادر مومن کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو کا دفاع کرتا ہے خدا اس کو عذاب جہنم سے بچا لیتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص کسی مسلمان کی غیبت کرتا ہے خدا چالیس دن تک اس کی نماز اور اس کے روزے کو قبول نہیں کرتا۔ ہاں جس کی غیبت کی گئی ہے اگر وہ معاف کر دے تب قبول کر لیتا ہے، ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص کسی مسلمان کی ماہ رمضان میں غیبت کرتا ہے خدا اس کے روزے کے اجر کو ختم کر دیتا ہے ۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی مسلمان کی پہچان بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: وہی شخص مسلمان ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ بہت ہی واضح سی بات ہے کہ غیبت کرنے والا حصار فضیلت سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے کو انسانیت کی نگاہ میں ذلیل کر لیتا ہے مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے کیونکہ غیبت کرنے والا علاوہ اس کے کہ دستور الہی کی مخالفت کرتا ہے وہ حق خدا کی بھی رعایت نہیں کرتا ہے اور حقوق مردم پر تعددی کرتا ہے ۔

جس طرح مردہ جسم اپنا دفاع نہیں کر سکتا اور نہ اپنے بدن پر ہونے والے ظلم کو روک سکتا ہے بالکل اسی طرح شخص غائب اپنی آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتا اور نہ اس کا دفاع کر سکتا ہے جس طرح مسلمان جان کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح اس کے آبرو کی بھی حفاظت ضروری ہے ۔

غیبت و بد گوئی کی علت روحانی دباء اور رنج و غم ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: کمزور و ناتوان شخص کی انتہائی کوشش غیبت کرنا ہے ۔

ڈاکٹر ہیلن شاختر کہتا ہے: انسان کی جو بھی حاجت پوری نہیں ہوتی وہ رنج و الم کا سبب بن جاتی ہے۔ اور ہر رنج و غم ہم کو اس کے دفاع و تدبیر پر آمادہ کرتا ہے۔ لیکن الم و تکلیف کے دور کرنے کا طریقہ ہر شخص کا ایک جیسا نہیں ہوتا۔ جب انسان دوسروں کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کی طرف اس طرح متوجہ نہیں ہوتے جس طرح وہ چاہتا ہے تو وہ گوشہ نشین ہو جاتا ہے۔ اور اس خوف سے کہ کہیں لوگوں کے درمیان اس کی ذلت و رسوانی نہ ہو جائے وہ ملنے جلنے پر تنہائی اور گوشہ نشینی کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اگر لوگوں کے درمیان بیٹھتا بھی ہے تو مضطرب، پریشان خوفزدہ ہو کر ایک کنارے میں بیٹھتا ہے اور ایک کلمہ بھی نہیں کہتا اور خاموش و ساکت بیٹھا رہتا ہے اور پھر اپنے احساس کمتری کو دور کرنے کے لئے دوسروں سے مسخرہ پن کرتا ہے اور بے جا قہقهے لگاتا ہے۔ اور یا غیر موجود لوگوں کی بدگوئی کرتا ہے۔ یا موجود ہ لوگوں سے جھگڑنے لگتا ہے۔ اور یا دوسروں پر اعتراض کرنے لگتا ہے۔ ان تمام طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کو اپنا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔

ڈاکٹر مان اپنی کتاب "اصول علم نفس" میں کہتا ہے: اپنی شکست کا جبران کرنے کے لئے اور اپنے عیوب کی پرده پوشی کے لئے انسان کبھی اپنے گناہ کو دوسروں کے سر منڈہ دیتا ہے اور اس طرح اپنی ذات کے احترام کو اپنی نظر میں محفوظ کر لیتا ہے۔ اور اگر امتحان میں فیل ہو گیا تو کبھی معلم کو اور کبھی امتحانی سوالات کی ملامت کرتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے حسب منشاء مقام و عہدہ نہیں پاتا تو کبھی اس عہدے کی برائی کرتا ہے۔ اور کبھی اس شخص کی جو اس عہدے پر فائز ہے۔ اس کی ملامت کرتا ہے۔ اور کبھی اپنی شکست کی پوری

ذمہ داری ایسے دوسرے لوگوں کے سر ڈال دیتا ہے، جن کا اس سے کوئی واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ ان چیزوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خود ہمارا فریضہ ہے کہ ایک روحانی جہاد کر کے خلوص نیت کے ساتھ اپنے بلند جذبات کو تقویت پھونچائیں اور سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح و تہذیب کی کوشش کریں تاکہ نیک بختی کی سر زمین پر قدم جما سکیں اور اپنے معاشرے کی ہر پہلو سے اصلاح کر سکیں۔

1. حجرات / ۱۲
2. نهج الفصاحة / ص ۲۸
3. نهج الفصاحة / ص ۶۱۳
4. بحار الانوار ج ۱۶ / ص ۱۷۹
5. غرر الحكم / ص ۳۶
6. رشد شخصیت / ص ۵۶